اکتوبر 2022

ماہنامہ

سبقِ پھر پڑھ

لاہور

بیاد

بابائے خلافت، چودھری رحمت علی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

ال عمران چوہدری

دار السّلام

تمام مسلم ممالک کو ملا کر کرّۂ ارض پر معرضِ وجود
میں آنے والی عظیم تر اسلامی مملکتِ واحدہ کا نام

لٹریچر دستیاب ہے (بالکل فری)

آپ اپنی تعلیم، پتہ اور دنیا میں دینِ حق کو سربلند کرنے میں آپ کی تڑپ کے متعلق ایک مختصر جملہ بھیج کر درج ذیل لٹریچر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔

نام	صفحات
1- اسلام پر کیا گزری	16
2- نظامِ خلافت ہی کیوں؟	16
3- ہماری سمت درست نہیں	16
4- خلافت، فیوض و برکات	08
5- ہمارا تعارف اور ہدف	04

نوٹ:

1- ان پمفلٹس کا صرف ایک سیٹ منگوا سکتے ہیں۔
2- پتہ صاف ستھرا اور واضح لکھیں تاکہ ڈاک کا مسئلہ نہ ہو۔
3- خود بغور پڑھیں اور آگے کسی دوسرے کے حوالے کریں۔
4- طلبا و طالبات کو ترجیح دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ: دارالسلام (4 - B / 29) واپڈا ٹاؤن لاہور موبائل: 0300 - 8425428

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر
سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اے اللہ! ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو مسلمانانِ عالم کو دنیا میں بالا کر دیں، جو تیرے دین کو غالب کر دیں

سبق پھر پڑھ

ماہنامہ لاہور۔ پاکستان

جلد:30 شمارہ 10 ربیع الاول 1444ھ اکتوبر 2022ء

اس شمارے میں

☆ اداریہ: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ---------- 04
☆ خلافتِ ارضی ------------------ 08
☆ نظریۂ پاکستان کا مفہوم ------------ 16
☆ اسلام کیسے سماجی انقلاب لایا؟ --------- 23

مقامِ اشاعت

چودھری ال عمران پبلشر نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دار السلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور سے شائع کیا

CPL NO. 91

CPL NO. 91

مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ

مدیر

چودھری رحمت علی مرحوم بابائے خلافت

نوٹ

1۔ عطیات و واجبات بینک الحبیب لمیٹڈ کی برانچ واپڈا ٹاؤن، لاہور کے اکاؤنٹ نمبر 4-01-101 0040-0081-000 میں جمع کروائیں۔

2۔ "سبق پھر پڑھ" کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر آپ اپنے ہاں مفت یا قیمتاً تقسیم کر کے اشاعتِ دین کے فرضِ منصبی سے عہدہ براء ہو سکتے ہیں۔

3۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون

فی شمارہ: -/30 روپے
سالانہ: -/300 روپے

بیرونِ پاکستان منگوانے کے خواہشمند حضرات علیحدہ رابطہ کریں۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

اداریہ / ڈاکٹر نجم الدین

یہ آیت مبارکہ قرآنِ مجید میں سورۃ النحل کی ۹۸ ویں آیت ہے۔ اس میں اللہ کا فرمان ہے ﴿ **فاذا قرات القران فستعذباللہ ۔** ﴾ کہ جب بھی قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ طلب کرو۔ کیوں کہ قرآن ہی یہ معلومات فراہم کرتا ہے کہ جب انسان کو اللہ نے تخلیق کیا تو انسان کو باقی ساری مخلوقات پر فضیلت واکرام بخشا۔ اس وجہ سے ابلیس کو انسان کا مقامِ آدمیت (خلیفہ و خلافت) برداشت نہ ہوا اس نے تکبر کیا اور اس کے مقام خلیفہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے ازل سے ہی انسان سے دشمنی کی بنیاد پڑ گئی۔ پھر اس نے چیلنج دیا کہ انسان کو میں اس کے مقصدِ زندگی (قیامِ دینِ خلافت) پر نہیں چلنے دوں گا' اس کے راستے پر بیٹھوں گا' اس کو اور اس کی نسل کو گمراہ کروں گا۔ اس لیے جب انسان قرآن پڑھتا ہے اور اس کو جاننے کی کوشش کرتا ہے تو شیاطین (**من الجن والانس**) اس میں رکاوٹ ڈالتے ہیں' انسان کو مذبذب کرتے ہیں' وسوسے ڈالتے ہیں اور ڈراتے دھمکاتے ہیں' سبز باغ دکھاتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ انسانیت کو جنگوں میں الجھاتے ہیں تاکہ انسان اپنے مقصدِ زندگی کو جان ہی نہ سکے' اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہو سکے۔ اس لئے اللہ نے حکم دیا کہ جب قرآن پڑھو تو تعوذ پڑھ لیا کرو۔ تاکہ قرآن کو سمجھ کر اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کر کے جہنم کے عذاب سے بچ سکو۔

1۔ انسان سے دشمنی کی بنیاد:

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

''**وما خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْانسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ** (۵۶:الذاریات) کہ جن اور انسان کو صرف عبادت کے لیے پیدا کیا گیا''۔

”وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

(البقرۃ:۳۰)اور جب آپ کے رب العزت نے انسان کا بطور خلیفہ تقرر فرمایا“۔

” الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَّھُوَ الْعَزِیْزُالْغَفُوْرُ (الملک:۲)اللہ کی ذات گرامی نے موت وحیات کو تخلیق کیا تا کہ دیکھیں تم (انسانوں) میں سے کون احسن عمل (عبادت‘ قیامِ دینِ خلافت) کرتا ہے۔

2۔ابلیس کا مہلت طلب اور چیلنج کرنا

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ:”ابلیس نے کہا! اے اللہ مجھے مہلت دیں‘ جب تک لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔تو اللہ نے فرمایا اچھا تجھے اس روز تک کی مہلت ہے جس کا وقت مجھے معلوم ہے تو پھر ابلیس نے کہا کہ آپ کی عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے ان تیرے عباد کے جو مخلص ہوئے۔مزید حوالہ کے لیے دیکھیں۔(الاعراف:۱۶۔۱۷)‘(الحجر:۳۹)‘(الکھف:۵۰)

(۲)۔ابلیس نے کہا کہ جیسے آپ (اللہ) نے مجھے گمراہ کیا (نعوذ باللہ) اب میں بھی انسانوں کے لئے آپ کی سیدھی راہ (صراطِ مستقیم‘ عبادت‘ قیامِ دین وخلافت) پر گھات لگا کر بیٹھوں گا۔ پھر ان (انسانوں) کو آگے‘ پیچھے‘ دائیں‘ بائیں (ہر طرف) سے گھیروں گا (حملہ کروں گا)اور آپ ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہ پائیں گے (قیامِ دین وخلافت نہ ہوگا)۔

خلاصہ:

درج ذیل قرآنی آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے:

۱۔شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اس نے انسان کی خلافت کو ماننے سے انکار کردیا اور پہلے ہی حملے میں جنت سے نکلوا دیا۔

۲۔ پھر اس دشمنی کو پورا کرنے کے لیے اللہ سے قیامت تک کی مہلت حاصل کی۔ پھر انسان کو کھلا چیلنج کیا کہ اس کو سیدھے راستے (قیامِ دین وخلافت) پر نہیں چلنے دوں گا۔

۳۔ انسان کو چاروں طرف سے گھیروں گا اور اکساؤں گا‘ پھسلاؤں گا اور دنیا کو مزین کر کے دکھاؤں گا اور جھوٹے وعدوں سے دھوکہ دوں گا۔ دنیا میں نظامِ خلافت میں (امن وسلامتی سے) زندگی بسر نہیں کرنے دوں گا‘ اور آخرت میں جہنم میں لے کر جاؤں گا۔

۴۔ اللہ نے انسان کو شیاطین کی دشمنی سے بچاؤ کے لیے درج ذیل ہدایات دیں۔

i۔ میں تمہیں دنیا کی زندگی گزارنے کے لیے ایک دین کی شکل میں نظامِ زندگی دوں گا جسے دینِ اسلام کہتے ہیں۔

ii۔ اس دین کو انسان تک پہنچانے کے لیے خود انبیاء ورسل کے ذریعے کتابی شکل میں اپنی ہدایات آسمان سے بہ حفاظت پہنچانے کا ذمہ بھی لیا۔

iii۔ شیاطین جن وانس (ابلیس) کو دشمن سمجھ کر ہی دنیا میں زندگی گزارنی ہے۔ تاکہ اس کے حملوں سے بچ سکو۔

iv۔ پھر ہدایت کی کہ جو انسان ایمان لا کر دینِ اسلام میں داخل ہوگا وہ شیطان کے نرغے سے مکمل طور پر محفوظ ہوگا۔

v۔ اگر دینِ اسلام میں پورے کا پورا داخل نہیں ہوگا تو اللہ کی حفاظت نصیب نہیں ہوگی اور وہ شیطان کے حوالے میں ہوگا۔

vi۔ دینِ اسلام میں پورے کا پورا داخل ہونا ہی عبادت ہے (قیامِ دینِ خلافت اور حاکمیت الٰہی کو تسلیم کرنا) ہے۔

vii۔ شیطان سے پناہ مانگنے کی ایک اور دعا اللہ نے ہمیں سکھائی ہے۔ **(وقل رب اعوذبک من ھمذات الشیطن واعوذبک رب ان یحضرون)**۔

viii۔ قرآن کے علاوہ حدیث میں بھی شیطان سے پناہ طلب کرنے کی ترغیب دلائی

گئی ہے۔

ا۔ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام فرماتے تو صلوٰۃ شروع کرتے ہوئے یہ پڑھتے: ”اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم من ھمزہ ونفخہ ونفثہ“ (مسند احمد)۔

۲۔بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اللہ کی پناہ طلب کرنے کا حکم۔**”اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث“** (بخاری ومسلم)۔

۳۔بچوں کے لیے دعا مانگنا: حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حسن وحسین کے لیے یہ دعا مانگتے: **”اعوذ بکلمات الله التامات من کل شیطان وھامۃومن کل عین لا مۃ“**۔(بخاری)

۴۔عثمان بن العاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بیماری کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو اپنے جسم پر تکلیف والی جگہ پر رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ پڑھ کر اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھ کر دم کرو۔**اعوذبالله وقدرته من شر ما اجد واحاذر** ۔(مسلم)

۵۔ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم شام کو یہ کلمات پڑھ لیتے تو تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچتا۔**اعوذ بکلمات التامات من شر ما خلق** ۔قرآن میں دیے گئے معوذتین صبح وشام پڑھنے کا اور دم کرنے کا حکم ہے۔لہٰذا جب بھی ہم تعوذ پڑھیں تو ہمارے ذہن میں یہ بات ہونی چاہیے کہ یا اللہ میں آپ کی پناہ مانگتی ہوں یا مانگتا ہوں اس لئے ہماری حفاظت فرمائیں شیاطین من الجن والانس سے' دجالوں اور ابلیس سے' ان کے نظامِ باطل اور اس کے فتنوں سے اور نفس کی شرارتوں سے۔

خلافت' ہمارے جملہ مسائل کا حل

(یہ تحریر چودھری رحمت علی مرحوم' بابائے خلافت' کی تصنیف کردہ کتاب ''خلافت' ہمارے جملہ مسائل کا حل'' سے لی گئی ہے۔کتاب چونکہ تقریباً 125 صفحات پر مشتمل ہے اور ایک انتہائی قیمتی تحریر ہے لہٰذا اس کو مرحلہ وار ماہنامہ ''سبق پھر پڑھ'' میں شائع کیا جارہا ہے۔ملاحظہ ہو قسط نمبر 3)

خلافتِ ارضی

باب سوئم...... چودھری رحمت علی مرحوم

خلافتِ الٰہیہ کی عمومی حیثیت سمجھنے کے بعد اب ہم دنیا میں اس کی ہیئت ترکیبی پر مختصر روشنی ڈالتے ہیں۔

خلافت بمعنی اقامتِ دین:

ہمارے ہاں اسلام کو دنیا میں برپا کرنے کے لئے کئی اصطلاحات مروج ہیں۔جن میں سے اقامتِ دین' نفاذِ اسلام' احیائے اسلام' تحریک نظامِ مصطفیٰ' اسلام کی نشاۃِ ثانیہ' اسلامی ضابطۂ حیات کا نفاذ' نظامِ عدل وقسط کی بازیابی وغیرہ عام سنی جاتی ہیں شاید یہ سمجھنا چنداں مشکل نہیں کہ دین محض ایک نظریہ ہے اگر قائم نہ ہو اور جب قائم ہوجائے تو یہی خلافت ہے۔بالفاظِ دیگر مذکورہ بالا عام اصطلاحات کا مفہوم و مدعا دنیا میں اس نظام کو قائم کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت' پیغمبروں کی رسالت اور عام مسلمانوں کی خلافت کا مظہر ہو۔تاہم خلافت اور اقامتِ دین ہی وہ اصطلاحات ہیں جنہیں شرعی سند حاصل ہے اور جو اس نظام کی ترجمانی کرتی ہیں جس میں بھلائی اور نیکی پروان چڑھتی ہے' برائی اور بدی کا قلع قمع ہوتا ہے ۔ بدامنی' شر اور فساد عنقا ہوتا ہے' امن وسلامتی اور ہمدردی وخیر خواہی کا دور دورہ ہوتا ہے۔تقویٰ و نیکی کی حکمرانی ہوتی

ہے۔فریب‘ دھوکہ اور استحصال کو پنپنے کا موقع نہیں ملتا۔عدلِ اجتماعی کارفرما ہوتا ہے اور ظلم و ستم کے آثار معدوم ہوتے ہیں۔

چونکہ خلافت ہی کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں جاری و ساری دیکھنا چاہتا ہے‘ اس لئے اس نے تمام پیغمبروں کی جدو جہد کا حاصل ہی اقامتِ دین یا خلافت کو معرضِ وجود میں لانا قرار دیا (الشوریٰ:۱۳) اور خلافت کو درہم برہم کرنے سے منع فرمایا (الشوریٰ:۱۳) خلافت ہی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کی مسلمانوں کو تاکید کی اور خلافت کا شیرازہ بکھیرنے سے روکا‘ خلافت ہی کی نعمت کو عطا کر کے احسان جتلایا اور خلافت ہی کے عدم وجود کو آگ بھرے گڑھے پر کھڑے ہونے سے تشبیہ دی (آل عمران:۱۰۳)‘ خلافت ہی میں سے ایک حصے کو دعوتِ دین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذمہ دار ٹھہرایا (آل عمران:۱۰۴)‘ خلافت ہی کی حامل امت کو خیر امت قرار دیا اور اسے ہی دنیا بھر کے لوگوں کی رہنمائی اور اصلاح کا اعجاز بخشا (آل عمران:۱۱۰)‘ پھر ایسی ہی امت کو ’’امتِ وسط‘‘ ہونے کے ناطے سے شہادت علی الناس کا منصبِ جلیلہ عطا فرمایا (البقرہ:۱۴۳)‘ یاد رہے آخرت کی زندگی میں تو صالحین کو عطا کی جانے والی نعمتوں کا قرآن میں کئی طرح بار بار ذکر آیا لیکن اس دنیا میں اگر کسی بڑی نعمت کے ان کو عطا کرنے کا ذکر فرمایا تو بس خلافت کا (النور:۵۵)۔

پھر چونکہ خلافت ہی میں ہر انسان‘ حیوان‘ چرند پرند‘ کیڑے مکوڑے الغرض ہر ذی روح اور غیر ذی روح کی بھلائی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسی کو قائم دائم رکھنے میں کھپنے والوں کو اپنا مدد گار قرار دیا (محمد:۷)‘ خلافت ہی کی نشوونما میں لگائے گئے سرمائے کو ربِ کعبہ نے خود کو قرضِ حسنہ قرار دینے سے تعبیر کیا (الحدید:۱۱)‘ پھر خلافت ہی کے قیام و دوام میں اس حد تک جدو جہد کی تلقین کی کہ جدو جہد کا حق ادا ہو جائے (الحج:۷۸) اور خلافت ہی کو قائم دائم رکھنے میں لگائی گئی محنت اور سرمائے کو ایسی تجارت میں سرمایہ کاری قرار دیا جو عذابِ الیم سے چھٹکارا دے (الصّف:۱۰)‘ خلافت ہی کے قیام و بقا میں لگائی گئی جان و متاع کو جنت کے عوض سودا قرار دیا

(التوبہ:۱۱۱)‘ حاجیوں کو پانی پلانے اور خانۂ کعبہ کی تولیت کے مقابلہ میں خلافت کے لئے کی گئی جدوجہد کو بدرجہا بہتر گردانا (التوبہ:۱۹)‘ الغرض خلافت ہی کے حصول اور دوام میں کھپ جانے والوں کو ’’فوز العظیم‘‘ کی بشارت سے نوازا۔

پھر خلافت ہی سے منہ موڑنے والوں کی جگہ دوسری قوم لانے کی وعید سنائی (المائدہ:۵۴)‘ قیام ودوامِ خلافت کی جدوجہد سے گریز کرنے والوں کو دنیا پر ریجھنے اور چند کلیوں پر قناعت کرنے کا مرتکب جانا (التوبہ:۳۸)‘ خلافت ہی کی یافت و پرداخت سے دل چرانے والوں سے برملا پوچھا کہ آخر تم کیوں اللہ کے راہ میں قتال نہیں کرتے (النساء:۷۵) اور کیوں اسی جدوجہد میں خرچ نہیں کرتے؟ (الحدید:۱۰)‘ فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خلافت کی جدوجہد میں تن من دھن لگانے والے اور محض بیٹھ رہنے والے برابر ہوجائیں (النساء:۹۵)‘ خلافت کے تحت فیصلے نہ کروانے والوں کو رب کعبہ نے اپنی قسم کھا کر مومن نہ ہونے کی وعید سنائی (النساء:۶۵) اور ایسے ہی نادانوں کو کافر وظالم وفاسق قرار دیا۔ اوران لوگوں کو **بغیا بینھم** کا مرتکب گردانا جو قیامِ خلافت کی عظیم جدوجہد سے اعراض اور چشم پوشی کرتے ہوئے فروعات میں الجھ کر اپنے دل کی تسکین کا بندوبست کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ قیامِ خلافت کی مخالفت کرنے والوں سے دوستی مت رکھو (النساء:۱۴۴) بلکہ اگر تمہارے باپ اور بھائی بھی مخالفین سے راہ ورسم رکھیں تو انہیں بھی اپنا دوست وخیر خواہ نہ سمجھو (التوبہ:۲۳)‘ ایمان والوں کو یہ بھی تاکید کی کہ اتنے مسلح رہنا کہ دشمن تمہاری ہیبت ودہشت سے لرزاں وترساں رہیں (الانفال:۶۰)‘ مخالفینِ خلافت کا دنیا میں غلبہ تو ربِ کائنات کو اتنا سخت ناگوار ہے کہ مسلمانوں کو اپنی جدوجہد کا جو ہدف دیا گیا وہ یہ کہ ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا جب تک کہ وہ مغلوب ہوکر (جزیہ ادا کرتے ہوئے) خلافت کے تحت رہنا قبول نہ کرلیں (الانفال:۳۹) بلکہ مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ اگر کہیں تم نے خود کفار ومشرکین کے غلبہ سے سمجھوتہ کرلیا تو جان لینا کہ تم مسلمان ہی نہ رہے یعنی مسلمان ہونے کو غالب ہونے اور

غالب رہنے سے مشروط کردیا (آل عمران:۱۳۹)۔

قرآنِ کریم میں بار بار آیا کہ انسانوں کے لئے خلافت جیسے بہتر نظام کو اللہ تعالیٰ کن فیکون کے طریقے سے بھی برپا کرنے پر قادر ہے لیکن جیسا کہ شروع میں بیان ہوا اس کی اسکیم تو ہے ہی یہ کہ اس نظام کو انسانوں کے ذریعہ قائم و دائم رکھا جائے تا کہ وہ لوگ جو اسے برپا کریں انعام کا مستحق ٹھہریں اور وہ جو اسے تہ و بالا کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگادیں عذاب کا مزا چکھیں (الملک:۲)' یہی وجہ ہے کہ انبیاءؑ و رسلؑ نے اپنا ایک ایک لمحہ خلافت ہی کو برپا کرنے میں صرف کیا۔ ان میں سے چند ایک یعنی حضرت یوسفؑ' حضرت موسیٰؑ' حضرت داوٗدؑ' حضرت سلیمانؑ اور حضرت محمد ﷺ نے تو خلافت کو بالفعل قائم کر کے دکھا دیا جب کہ کئی دوسرے آخری دم تک اسی جدوجہد میں سرگرم عِمل رہے۔ کیونکہ خلافت کا نظام آتا ہی معرضِ وجود میں عظیم قربانیوں اور جانفشانیوں کے صلے میں' لہٰذا رب السموٰت والارض انسانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ دیکھنا کہیں اصلاح شدہ نظام کو ضائع بھی نہ ہونے دینا (الاعراف:۵۶)۔

خلافتِ واحدہ:

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد جسد مبارک سپردِ خاک کرنے سے پہلے اکابر صحابہؓ کے ذریعہ امت نے جو پہلا فیصلہ کیا وہ یہ کہ ایک وقت میں مسلمانوں کے دو خلیفہ نہیں ہوسکتے بالکل اسی طرح جس طرح ایک وقت میں مسلمانوں کی دو امتیں بھی نہیں ہوسکتیں۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں امت کے گلہائے سرسبد جمع ہیں گرما گرم بحث ہورہی ہے اسی لمحے یہ طے کرنے کے لئے کہ نبی آخرالزمان کے بعد کس کو مسندِ خلافت پر بٹھایا جائے' کچھ صحابہؓ نے رائے پیش کی کہ پہلا خلیفہ انصار میں سے چنا جائے جبکہ کئی دوسروں کی رائے یہ کہ پہلا خلیفہ مہاجرین میں سے بہتر رہے گا۔ لیکن جس تجویز کو دوٹوک ٹھکرایا گیا وہ ایک تیسری پیش کردہ تجویز کہ دو امیر چن لئے جائیں۔ یعنی ایک مہاجرین سے اور دوسرا انصار سے۔ السابقون الاولون کا ایسی تجویز کو ٹھکرانا کوئی اجتہاد کی بنا پر نہ تھا' گو اگر ایسا بھی ہوتا تو امت کے لئے قانون کی حیثیت رکھتا۔ کیونکہ قرآن وسنت کے بعد

''سبیل المومنین'' ہی تو حجت ہے اور پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہونے والے تو اکثر و بیشتر وہ مومنین تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا(**لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرہ**) کہ اللہ مومنوں سے خوش ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کررہے تھے۔ پھر خلفائے راشدین کے متعلق تو سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا'' **علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین** ''(**ابن ماجہ**) صحابہ ؓ کا بالاجماع بیک وقت دو خلیفوں کی تجویز کو رد کرنا تو ویسے بھی کتاب وسنت کی واضح ہدایات' جن کا خلاصہ ہم درج ذیل کرتے ہیں' کے عین مطابق تھا۔

نبی چونکہ اپنے وقت کا خلیفۃ اللہ بھی ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایک وقت میں کم ہی ایک سے زیادہ انبیاء مبعوث فرمائے۔ پھر جب بھی کبھار ایسا کیا تو ایک احتیاط بڑی شدومد سے برتی گئی یعنی پوری انسانی تاریخ میں کبھی بھی ایسا وقت نہیں آیا کہ ایک لمحہ کے لئے ایسے دو انبیاء دنیا میں موجود ہوں جن دونوں کو بیک وقت تمکن فی الارض حاصل ہوا ہو۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کا کافی عرصہ ہم عصری میں گزرا۔ دونوں علیحدہ علیحدہ اپنی قوموں کی طرف بھیجے گئے تاہم دونوں میں سے کسی کو بھی متمکن فی الارض ہونے کا اعجاز حاصل نہ ہوا۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ دونوں کو تمکن فی الارض حاصل ہوا۔ اسی وجہ سے یہ دونوں یکے بعد دیگرے تشریف لائے۔ حضرت سلیمانؑ کو اپنے دورِ خلافت میں جب ایک دوسری مملکت اور وہاں کی فرمانروا یعنی ملکہ سبا کی بھنک پڑی تو جو سب سے پہلے کام کیا گیا وہ یہ کہ وہ تخت جو ملوکیت و بادشاہت کا امتیاز ہوتا ہے اسے ہی اپنے ہاں منگوالیا۔ پھر حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسف علیہم السلام دونوں ایک ہی وقت میں نبی ہوئے لیکن جونہی حضرت یوسفؑ کو تمکن حاصل ہوا (**کذلک مکنا لیوسف فی الارض**) باوجود باپ ہونے کے حضرت یعقوبؑ کو ان کے زیر کر دیا۔ یہی مطلب ہے اس خواب کی تعبیر کا جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓـاَبَتِ اِنِّىْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِىْ سٰجِدِيْنَo (یوسف:۴)

''اس وقت کا ذکر جب یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا' ابا جان میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے ہیں اور سورج اور چاند ہیں اور وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔''

پھر حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دونوں بھائی بیک وقت نبوت پر سرفراز کئے گئے تو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے وزیر کی حیثیت دی۔ البتہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کوہِ سینا پر تشریف لے گئے تو اپنی عدم موجودگی میں حضرت ہارونؑ کو خلافت کی ذمہ داریاں سونپ گئے۔ قرآن میں آیا:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ٥ (الاعراف:۱۴۲)

''موسیٰؑ نے چلتے ہوئے اپنے بھائی سے کہا' میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا''۔

پھر چونکہ ایک حاملِ تمکن نبی کی موجودگی میں دوسرا حاملِ تمکن نبی نہیں ہوسکتا لہٰذا حاملِ تمکن نبی کو باوجود اس کے کہ اس کا اقتدار پوری دنیا پر نہیں بلکہ زمین کے ایک حصہ پر ہوتا رہا ہے ''خلیفہ فی الارض'' کے الفاظ سے موسوم کیا گیا ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ (ص:۲۶)

''اے داؤدؑ ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔''

بالالفاظِ دیگر فرمایا کہ وقت کے اس مخصوص موڑ پر اے داؤدؑ اس لئے تم ہی دنیا بھر میں خلیفہ ہو کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے خلیفہ کا سوال ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو خلافتِ الٰہیہ کا عندیہ دیا تو یہ نہیں فرمایا کہ فی الاردن خلیفہ یا فی الایران خلیفہ بلکہ فرمایا فی الارض خلیفہ یعنی اسلام اگر پوری دنیا پر بھی پھیل جائے تو خلیفہ و سربراہ ایک ہی رہے گا اور ایک وقت تک ہوا بھی یہی۔ اسلام جب تک پوری آب و تاب سے رواں

دواں تھا تو باوجود اس کے کہ اس وقت کے ذرائع آمد و رفت محدود تھے اور ذرائع ابلاغ نہ ہونے کے برابر تھے' خلیفہ ایک ہی رہا۔ کتنے ہی اچھے پیرائے میں خلافتِ ارضی کی حقیقت کو بیان کرتی ہے وہ مشاورت جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایرانیوں کے مقابلے پر خود جانے کے ارادے سے باز رکھنے کے لئے کی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا:

''اسلام میں قیم کا وہی مقام ہے جو موتیوں کے ہار میں رشتے کا مقام ہے۔ رشتہ ٹوٹتے ہی موتی بکھر جاتے ہیں اور نظم درہم برہم ہو جاتا ہے اور پراگندہ ہو جانے کے بعد پھر جمع ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عرب تعداد میں قلیل ہیں مگر اسلام نے ان کو کثیر اور اجتماع (خلافت) نے ان کو قوی بنا دیا ہے۔ آپ یہاں قطب بن کر جمے بیٹھے رہیں۔ اور عرب (خلافت) کی چکی کو اپنے گرد گھماتے رہیں اور یہیں سے بیٹھے بیٹھے جنگ کو کنٹرول کرتے رہیں۔ ورنہ آپ اگر ایک دفعہ یہاں سے ہٹ گئے تو ہر طرف سے عرب کا نظام (نظامِ خلافت) ٹوٹنا شروع ہو جائے گا اور نوبت یہ آ جائے گی کہ آپ کو سامنے سے دشمنوں کی بہ نسبت پیچھے کے خطرات کی زیادہ فکر لاحق ہوگی اور ادھر ایرانی آپ کے اوپر نظر جما دیں گے کہ یہ عرب (خلافت) کی جڑ ہے' اسے کاٹ دو تو بیڑا پار ہے۔ اس لئے وہ سارا زور آپ کو ختم کرنے پر لگا دیں گے'' (نہج البلاغہ)۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر خلفاء کا ذکر بھی آیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا حقیقت میں اس دنیا میں پیدا ہونے والا ہر شخص خلیفہ ہے بلکہ اسلام اس پوری سوسائٹی کو خلافت کا منصب سونپتا ہے جو توحید و رسالت کے بنیادی اصولوں کو تسلیم کر کے تمکن فی الارض سے بھی بہرہ ور ہوئی ہو' البتہ بعض اوقات تمکن فی الارض کے معنی میں نہیں بلکہ محض زمین میں جگہ پانے اور ایک قوم کے بعد دوسری قوم کے جانشین ہونے کے معنی میں بھی خلفاء کا لفظ مستعمل ہوا۔ مثال کے طور پر قرآن کریم میں یوں بھی آیا:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ (الاعراف:٦٩)

’’بھول نہ جاؤ کہ تمہارے رب نے قومِ نوح کے بعد تم (قوم عاد) کو اس کا جانشین بنایا۔‘‘

یاد رہے کسی پوری سوسائٹی کو تمکن فی الارض اسی صورت میں حاصل ہوا جب کہ اس قوم کا پیغمبران میں موجود تھا اور پھر ایسے پیغمبر کو تمکن فی الارض کا اعجاز بھی حاصل ہوا۔ بصورتِ دیگر ظاہر ہے کہ جب کسی پیغمبر کو ہی تمکن فی الارض حاصل نہ ہوا تو اس کی قوم کو یہ اعجاز ملنے کا سوال کہاں؟ رسول اللہ ﷺ کی امت کا معاملہ البتہ اس سے مختلف ہے۔ یعنی اس امت کو پیغمبر کی موجودگی میں بھی تمکن فی الارض حاصل ہوا اور ان کے جانے کے بعد بھی یہ اعجاز قائم رہا کیونکہ اس امت نے سلسلۂ انبیاء ختم ہونے کے بعد ان کے مشن کو تا قیامت جاری و ساری رکھنا ہے۔ ہاں اپنی نالائقی اور نا اہلی سے یہ امت خود اپنے آپ کو اس اعجاز سے محروم کر لے یا کر رکھے' جیسی کہ اس وقت صورت حال ہے' تو یہ بات دوسری ہے۔

تمکن فی الارض ہونے کی صورت میں ایک سوسائٹی کے حاملِ خلافت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خلافت ایک نظام ہے اور کوئی نظام بھی نہ صرف یہ کہ بغیر مرکز اور امیر کے معرضِ وجود میں نہیں آ سکتا بلکہ ایک ٹیم ورک کی صورت میں ہی بطورِ احسن چل سکتا ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک خدائی کو چلانے کے لئے کسی دوسرے کا قطعاً محتاج نہیں تاہم چونکہ خدائی بھی ایک نظام ہے لہٰذا قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر ’’انا‘‘ اور ’’نحن‘‘ کے کلمات مستعمل ملتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ توحیدِ باری تعالیٰ کا خود ذکر یوں کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ (المومنون:91)

’’اور کوئی دوسرا الٰہ اس ایک کے ساتھ نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر الٰہ اپنی خلق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں‘‘۔

یہ باب آئندہ شمارے میں بھی جاری ہے......

نظریۂ پاکستان کا مفہوم

......ڈاکٹر انعام الحق

نظریۂ پاکستان کی بنیاد انسانی معاشرتی زندگی کے آغاز ہی سے نظریۂ اسلام کے دوقومی نظریہ سے اخذ کی گئی ہے' جو حضرت نوحؑ (قرآن میں جن کے ذکر سے انبیاء کرام کے ذکر کا آغاز ہوتا ہے) سے لے کر تمام انبیاء کرام اپنے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ پیغام کو ''الحق'' کی صورت میں لوگوں کو پیش کرتے رہے ہیں۔ اُن میں جو صاحبِ فہم وشعور سوچنے اور سمجھنے کے باوجود اپنے عقائد ہی پر رہتے اور اللہ واحد کی فرمانبرداری (الحق) سے انکار کردیتے' وہ اپنی پہلی قوم کے فرد کے نام سے پہچانے جاتے۔ جو لوگ اللہ کے پیغام پر ایمان لا کر اللہ کی فرمانبرداری میں رسول کا ساتھ دیتے' وہ اپنی قوم سے علیحدہ دوسری قوم (مسلم کے نام سے) کے طور پر متعارف ہوتے۔ اس طرح آغاز ہی سے ایک قوم کی بجائے دوقومیں وجود میں آگئیں۔ ان دونوں قوموں کی نسل ایک تھی' زبان ایک تھی اور قبیلہ بھی ایک تھا' لیکن اس کے باوجود نظریہ کے اختلاف سے ایک قوم دوقومیں بن گئیں۔ اسے ہی آج کی زبان میں نظریہ کا اختلاف کہا جاتا ہے' لہٰذا اسے ہم دوقومی نظریہ کا نام دے سکتے ہیں۔ اللہ کا یہ پیغام اب اپنی مکمل شکل میں آخری مرتبہ قرآن میں تمام نوع انسانی کے لئے محفوظ کردیا گیا۔ اب بنیادی طور پر جو لوگ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں' انہیں مومنین کی جماعت میں شمار کیا جاتا ہے اور ایک علیحدہ قوم کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ قرآن اور اُسکے پیغام سے انکار یا کفر کرتے ہیں' وہ کفار کی جماعت میں شامل اور دوسری علیحدہ قوم تصور کئے جاتے ہیں۔ فرمانِ خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ(التغابن:2)

''وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر ہے اور تم میں کوئی مومن''۔

کافر تو وہ ہے جو بما انزل اللہ کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتا (6:44) اور اپنے عمل کے اعتبار سے ظالم (5:45) اور فاسق بما انزل اللہ (5:47) ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابل مومن وہ ہے جو بما انزل اللہ کے مطابق شرائطِ ایمان پوری کرتا اور اعمالِ صالحہ کی بجا آوری سے تقویٰ شعار ہو جاتا ہے (4:136;2:177) وہ اقامتِ دین کرتا ہے اور دین میں تفرقہ پیدا نہیں کرتا (42:13) اُسوۂ رسول ﷺ کے مطابق غلبۂ اسلام کے لئے تگ و تاز کرتا ہے (61:0; 48:28; 9:33; 33:21) حصولِ جنت کے بدلے اپنا مال اور جان اللہ تعالیٰ کے فرمودہ مقاصد کے لئے بے دریغ قربان کر دیتا ہے (9:111)۔ میزانِ الٰہی میں یہ کافر اور مؤمن کبھی برابر نہیں ہوتے۔(68:35; 45:21; 38:28)۔

صاحبِ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے حامل افراد کے لئے اللہ تعالیٰ نے استخلاف فی الارض اور دین کے تمکن کا وعدہ فرمایا ہے جس میں خوف کی فضا ختم ہو کر امن میں تبدیل ہو جاتی ہے (24:55) یہ ہے نظریۂ پاکستان کا مفہوم۔ یہی بات ہمارے ہاں دوقومی نظریہ کے نام سے متعارف ہے۔

علامہ اقبال کا موقف:

علامہ اقبالؒ نے اپنی طرف سے کوئی نیا نظریۂ پاکستان متعارف نہیں کرایا' بلکہ اسی دوقومی نظریہ کی بنیاد پر ہندوستان میں آباد مسلمانوں کا قرآن پر ایمان رکھنے کی وجہ سے اور ایک علیحدہ قوم کا تشخص رکھنے کی بنا پر علیحدہ وطن کا مطالبہ پاکستان کیا' جو زبانِ زدِ عام میں نظریۂ پاکستان کے نام سے پہچانا جانے لگا۔ اسے انہوں نے آل انڈیا مسلم کے اجلاس منعقدہ الٰہ آباد 1930ء میں اپنے خطبۂ صدارت میں ان الفاظ میں پیش کیا گیا "مجھے تو یہی نظر آتا ہے کہ شمال مغرب ہندوستان میں ایک متحدہ اسلامی ریاست کا قیام کم از کم اس علاقہ کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے"۔ مسلمانوں کی اسلامی ریاست کی وضاحت انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں یوں کی کہ:

''گر تو می خواہی مسلمان زیستن ۔ نیست ممکن جز بقرآن زیستن''

اگر تو مسلمان کی زندگی گزارنے کا خواہشمند ہے' تو قرآن کی ہدایت سے باہر زندگی گزارنے کا خیال ہی ناممکن ہے۔اسی دوقومی نظریہ کی بنا پر پاکستان کی اسلامی ریاست میں قرآن کی اہمیت اور وضاحت علامہ اقبالؒ نے سید سلیمانؒ ندوی کے نام خط میں یوں کی کہ'' قرآن کامل کتاب ہے اور خود اپنے کمال کی مدعی ہے۔لیکن ضرورت ہے کہ اس کے کمال کو عملی طور پر ثابت کیا جائے کہ سیاسیاتِ انسانیہ کے لئے تمام ضروری قواعد اس میں موجود ہیں اور اس میں فلاں فلاں آیت سے فلاں فلاں قواعد کا استخراج ہوتا ہے''۔

قائداعظمؒ کا موقف:

نظریۂ قرآن ہی کو نظریۂ پاکستان کی شکل میں سامنے لانے میں علامہ اقبالؒ اور اس تصور کو مملکتِ پاکستان کے حصول کو عملی جامہ پہنانے میں قائداعظمؒ کا نام لیا جاتا ہے۔ان دونوں کا مشترکہ موقف یہی ہے کہ نظریۂ پاکستان دراصل نظریۂ اسلام ہی ہے' جس کا ماخذ قرآن کریم ہے۔علامہ اقبال کے موقف کا مختصر جائزہ لیا جاچکا ہے اور اب یہاں قائداعظمؒ کے موقف کا مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔انہوں نے نظریۂ پاکستان کی وضاحت عثمانیہ یونیورسٹی کے طلباء کے سوال کے جواب میں (1941) یوں کی کہ''اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی' نہ کسی شخص یا ادارہ کی ۔قرآن حکیم کے احکام ہی سیاست یا معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں''۔اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے لئے آپ کو علاقہ اور مملکت کی ضرورت ہوتی ہے۔''نظریۂ پاکستان اور نظریۂ قرآن کو ایک دوسرے کے مماثل قرار دینے کے اپنے موقف کا اظہار' قائداعظمؒ نے اپنے 1935ء کے عید کے پیغام میں دوٹوک الفاظ میں یوں بیان کیا کہ''اس حقیقت سے سوائے جہلاء کے ہر شخص واقف ہے کہ قرآن مسلمانوں کا بنیادی ضابطۂ حیات ہے جو معاشرت' مذہب' تجارت' عدالت' دیوانی' فوجداری اور تعزیرات کے ضوابط اپنے اندر لئے ہوئے ہے''۔

مذہبی تقاریب ہوں یا روزمرہ کے معمولات' روح کی نجات کا سوال ہو یا بدن کی صفائی کا' اجتماعی حقوق کا سوال ہو یا انفرادی واجبات کا' عام اخلاقیات ہوں یا جرائم' دنیاوی سزا کا سوال ہو یا آخرت کے مواخذہ کا' ان سب کے لئے اس میں قوانین موجود ہیں۔ اسی لئے رسولِ اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ''ہر مسلمان قرآن کریم کا نسخہ اپنے پاس رکھے اور اس طرح خود اپنا پیشوا بن جائے''۔ اس لئے اسلام صرف روحانی نجات اور مذہبی رسوم و پوجا پاٹ تک محدود نہیں۔ یہ مسلم معاشرہ کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے خواہ وہ فرد پر لاگو ہو یا پورے اجتماع پر۔

نظریہ کی حد تک تو ہم نے نظریۂ پاکستان کے مفہوم میں دیکھ لیا کہ قرآن کریم پر ایمان رکھنے کی بنیاد پر ایک علیحدہ قوم کے تشخص کا حامل ہے' لیکن کیا یہ ممکن العمل ہے؟ اس کا جواب اگر نفی میں ہے' تو اس کی اہمیت نہیں رہتی۔ اس لئے ہمیں اس نظریۂ پاکستان کے ممکن العمل ہونے کا جائزہ لینا ہوگا۔ نظریۂ پاکستان (قرآن) پر مبنی اسلامی مملکت کا قیام...... اسلامی مملکت کے قیام اور اُس کے دستور کے نفاذ میں ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کے درجِ بالا فرمان کو پیش نظر رکھنا ہوگا' جس میں انہوں نے فرمایا ''ہر مسلمان قرآن کریم کا نسخہ اپنے پاس رکھے اور اس طرح خود اپنا مذہبی پیشوا بن جائے''۔ یہ فرمان دراصل قرآن ہی کی ترجمانی کرتا ہے کہ ''بے شک رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہر شخص کے لئے بہترین نمونہ تھی (اور ہے)' جو اللہ اور آخرت کی خوشگواریوں اور کثرت سے ذکر اللہ (قانون الٰہی) کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھے (33:21)''۔ رسولِ اکرم ﷺ نے نبوت کے پہلے تیرہ (13) برس اُمت کو تیار کرنے میں لگا دیئے۔ اس کے بعد بھی نامساعد حالات ہونے کی وجہ سے اپنے رفقاء کے ہمراہ ہجرت تک کرنا پڑی۔ وہاں مدینہ میں بھی بتدریج اسلامی مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے اور قرآنی دستور کے نفاذ میں ایک طویل مدت لگ گئی۔ ہم کوشش کریں گے کہ قرآن کی روشنی میں اُٹھائے گئے بتدریج اور ترتیب وار اقدامات کا مختصر جائزہ پیش کر سکیں۔

1۔ (پہلی منزل) قرآن (الحق) کا نوعِ انسانی کے سامنے رکھنا:

اللہ نے قرآن نازل اس لئے کیا ہے تاکہ حق کو لوگوں کے سامنے لایا جائے۔ اللہ کی

طرف سے یہ انسان کا بنیادی حق ہے تاکہ وہ اپنے انتخاب کی بنا پر کیئے گئے اعمال کا ذمہ دار ٹھہرایا جا سکے۔ اسی کی وضاحت قرآن میں (18:29) ہے کہ ''(لوگوں) سے کہہ دو کہ تمہارے رب کی طرف سے حق آ گیا ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس پر ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اس سے کفر کرے''۔ حق کو انسان کے سامنے لایا جائے تو ہی ایمان لایا جاتا اور کفر کیا جاتا ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں انسان بے خبر کہلائے جانے کا مستحق ہوتے ہیں۔ اسی لئے رسول ﷺ کی طرف وحی کے ذریعے الحق کا نزول کرنے کے ساتھ ہی یہ اللہ کی طرف سے رسول ﷺ کا فریضہ ہوتا تھا کہ وہ اسے لوگوں تک پہنچانے میں کسی قسم کی کوتاہی کے مرتکب نہ ہوں۔

2۔(دوسری منزل) قرآن کی طرف دعوت و تبلیغ

مثالی حالت تو یہی سمجھی جاتی ہے کہ انسان کے دل میں اور خود اپنی فکر سے حق کی طرف میلان پیدا ہو جائے (Ideal position) اور اسکے نتیجہ میں ایمان لائے۔ اس ایمان میں اگر کسی قسم کا تذبذب یا کمی رہ جائے' تو ابلاغ کے ذریعے ایمان میں پختگی پیدا کرنے کا بندوبست کرنا چاہیئے۔ اس منزل میں اس کی بھی اُمید کی جاتی ہے کہ جہاں حق کا پیغام ابھی تک نہیں پہنچا' وہاں الحق کی طرف دعوت دی جائے۔

3۔(تیسری منزل) مومنین کی جماعت کی تشکیل

اس منزل میں جو لوگ ایمان لے آتے ہیں' اُن سے رابطہ کیا جاتا ہے۔ اس میں جن افراد کے قلب ونگاہ میں تبدیلی پیدا ہو چکی ہوتی ہے' ان کو ایک جماعت میں تشکیل دے کر اجتماعی قوت میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح مصائب کا مقابلہ اور دفاع کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور مقاصد کے حصول میں مدد مل جاتی ہے۔

4۔(چوتھی منزل) جماعت مومنین کی تعلیم و تربیت

قلب ونگاہ کی تبدیلی کے بعد جماعت کی تشکیل کے موقع پر انفرادی طور پر اور اسلامی

حکومت کے تشکیل ہو جانے کی صورت میں ابتدائی طور پر ہی تعلیم و تدریس کے ذریعے ایمان کو مزید پختہ کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے حضور نبی اکرم ﷺ کا فریضہ زندگی یہ بتایا ہے (62:2) کہ ''وہ کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے''۔ اس سے اس حقیقت کا افشاء مقصود تھا کہ کوئی بچہ کسی نظریہ کو ساتھ لے کر دنیا میں نہیں آتا۔ آپ جس نظریہ کا حامل اپنی قوم کو بنانا چاہتے ہیں، مسلسل تعلیم و تربیت سے اس نظریہ کو بچوں کے قلب و دماغ کی گہرائیوں میں پیوست کرتے جائے تاکہ ایمان میں مزید پختگی آتی جائے۔ اس ضمن میں مترفین (طاقتور استحصالی طبقہ) کی طرف سے مشکلات اور مختلف اذیتوں کا سامنا کرنا پڑے، تو اسے صبر اور پورے عزم کے ساتھ برداشت کرنا پڑے گا۔ یہ وقت بھی آسکتا ہے کہ آپ کو دوسرے مقام پر، جہاں حالات نسبتاً زیادہ سازگار ہوں، ہجرت کرنے کا انتخاب کرنا پڑے۔

5۔ (پانچویں منزل) اسلامی مملکت کا قیام اور قرآنی دستور (نظریۂ پاکستان) کا نفاذ

اس آخری مقام کو نہایت مختصر مومنین کی جماعت کی معیت میں ممکن العمل شکل دینے کے لئے رسولِ اکرم ﷺ نے بتدریج قرآن کریم کے نازل شدہ ترتیب وار احکام کی روشنی میں اسلامی مملکت کے قیام کو عملاً قائم کر دیا۔ اسی طرح نظریۂ پاکستان (قرآن) کا عملاً نفاذ ایک اسلامی حکومت علی منہاج النبوت رسول اکرم ﷺ کے طریق کے مطابق ممکن العمل بنا سکتی ہے۔ اس طرح کہ ابتدائی منازل میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد پاکستان کی آزاد مملکت اس امر کا اعلان کر دے کہ اس کا تمام کاروبارِ مملکت قرآن کے مطابق ہوگا۔ قرآن حکیم میں کچھ احکام و قوانین متعین شکل میں دئے گئے ہیں اور بعض اقدار اصول کے طور پر بیان ہوئی ہیں۔ یہ سب غیر متبدل اور تمام مسلمانوں پر ہمیشہ کے لئے نافذ العمل رہنے کے لئے دی گئی ہیں۔ جن اقدار کے صرف اصول دیئے گئے ہیں، مملکت کے اربابِ فکر و نظر، بااختیار نمائندگانِ ملت ان اصولوں کی

روشنی میں‘ اپنے تقاضوں کے مطابق‘ ان کے جزئی قوانین مرتب کریں گے۔ جو کچھ اسلاف سے چلا آرہا ہے‘ اُن پر باقاعدہ غور وفکر اور مشاورت کے بعد‘ اُن میں جو قوانین قرآنی اصولوں کے مطابق اور ہمارے زمانے کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں‘ انہیں ایسا ہی باقی رہنے دیا جائے گا۔ اس بقاء میں قرآن کے اس اصول کو بھی ملحوظِ نگاہ رکھا جائے گا کہ (13:17) ’’دنیا میں بقاء اُس اصول میں ہے جو تمام نوعِ انسانی کے لئے نفع بخش ہو‘‘۔ جن اصولوں میں تبدیلی کی ضرورت ہوگی‘ قرآن ہی کی حدود میں نیا قانون بنایا جائے گا۔ اس طرح قرآن کے اصول غیر متبدل رہیں گے اور ان کے اندر وضع کردہ قوانین زمانے کی ضرورتوں کے ساتھ بدلتے جائیں گے۔ ایسی مملکت نظریۂ پاکستان کی بنیاد پر استوار ہوگی۔

قرآنی دستور (نظریۂ پاکستان) کے بتدریج نفاذ میں ہمارا مسئلہ:

یہ درست ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نبوت کے پہلے تیرہ برس تک اُمت کو تیار کیا اور اُس کے بعد اپنی مملکت کے حصول میں اسلامی دستور کو نافذ کیا۔ اس کے برعکس پاکستان میں ہماری قوم کی تربیت ہوئی نہیں اور ہم اسلامی دستور (نظریۂ پاکستان) نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ تدبر کا مقام یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ معاشرہ کس منزل کی حالت میں ہے اور پھر اس کے مدنظر عمل کیا جائے۔ جس منزل کی حالت میں آپ کا معاشرہ ہے‘ اس سے متعلق قرآن مجید میں کیا احکام اور راہنمائی ہے‘ جسے اس کے مطابق زیرِ عمل لانا ہوگا اس لئے کہ ہر منزل کے ترتیب وار پروگرام کو کامیابی سے پورا کرتے ہوئے بتدریج ہم آگے کی منازل میں قدم رکھ سکتے ہیں۔ اس ضمن میں رفتہ رفتہ عمل کی دعوت دیتے ہوئے قرآن کریم ایک پورا پروگرام دیتا ہے۔ پہلی منزل سے آخری منزل تک مختلف مدارج میں سے گزارتا لے جاتا ہے۔ ہر منزل کے متعلق اس میں ہدایات‘ راہنمائی اور احکام موجود ہیں‘ یہی مدارج طے کراتے ہوئے رسول اکرم ﷺ اسلامی مملکت (ہماری زبان میں نظریۂ اسلام) کے حصول میں کامیاب ہوسکے۔ یہی اللہ کا متعین کردہ اصول ہے جس میں نہ تبدیلی ممکن ہے اور نہ ہی کسی قسم کا استثناء موجود ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہمارا معاشرہ آج کس منزل

میں کھڑا ہے تاکہ ہم اُس منزل کے قوانین تلے خود کو ڈھال سکیں۔ اس کا فیصلہ اگر دیانتداری سے ہم کر پائے' تو یہی ہماری صراطِ مستقیم ہوگی جس پر چل کر ہم اپنی آخری منزل (نظریۂ پاکستان کی تکمیل) تک پہنچنے کے اہل ہو سکتے ہیں۔ آج ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ قوم کے سامنے اسلامی دستور (نظریۂ پاکستان) بطورِ نصب العین رکھ دیا جائے اور اس پر اسی نہج سے رفتہ رفتہ عمل کر کے آخری منزل تک پہنچا جائے۔ یہ مسلک نظریۂ پاکستان سے مطابقت رکھتا ہے۔

یاد رکھئے' ایمان اور عمل صالحہ کا لازمی نتیجہ استخلاف فی الارض اور تمکنِ دین ہے۔ (24:55)

اسلام کیسے سماجی انقلاب لایا؟

......مولانا زاہد الرشدی

مزاحمت کے تمام مراحل کا سامنا کرتے ہوئے قرآن کریم اور جناب نبی اکرم ﷺ نے صرف تئیس (23) برس کے عرصے میں انسانی سماج کو جن تبدیلیوں سے متعارف کرایا وہ تبدیلیاں کیا تھیں؟ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر سب سے پہلے "**ایھا الناس**" کہتے ہوئے لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دی تھی اور "**اقراء باسم ربک الذی خلق**" کی آواز لگائی تھی تو اس وقت کے انسانی معاشرے کا نقشہ کچھ اور تھا' مگر اس کے صرف ربع صدی بعد حجۃ الوداع کے موقع پر ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ مسلمانوں کو گواہ بنا کر اپنا ایجنڈا مکمل کر لینے کا اعلان کیا تھا تو سماج اور معاشرہ اس سے بالکل مختلف شکل اختیار کر چکا تھا اور پھر اس سماجی انقلاب نے ایک صدی کے دوران ہی دنیا کے تین براعظموں تک اپنا دائرہ وسیع کر لیا تھا۔ وہ سماجی تغیرات اور معاشرتی تبدیلیاں کیا تھیں' ان پر گفتگو بہت زیادہ وقت اور تفصیل کا تقاضا کرتی ہے جس کی یہ مختصر تحریر متحمل نہیں ہے' اس لیے معاشرتی زندگی میں اس حوالہ سے رونما

ہونے والی تبدیلیوں کا مختصراً صرف اس طور پر ہی تذکرہ کیا جاسکتا ہے کہ انسانی زندگی کے چند اہم دائروں میں رونما ہونے والی بڑی تبدیلیوں میں سے چند کا ذکر کردیا جائے' چنانچہ صرف تعارفی انداز میں ایک فہرست کی صورت میں ان تغیرات کا ذکر کروں گا جن سے قرآن کریم کے نزول اور جناب نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد انسانی معاشرہ روشناس ہوا۔

(۱) ان میں سے پہلا دائرہ عقیدہ کا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی بعثت مبارکہ کے وقت ہر طرف شرک اور بت پرستی کا دور دورہ تھا' ہر قبیلے نے اپنے معبود الگ تراش رکھے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے گھر خانہ کعبہ کے ماحول میں بھی سینکڑوں بتوں کی پوجا کی جاتی تھی جبکہ بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اور انہیں اپنا مشکل کشا اور حاجت روا کہہ کر پکارتے تھے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے بت پرستی اور شرک کے اس ہمہ گیر ماحول کو مسلسل محنت اور جدوجہد کے ذریعے ختم کیا کہ آپ ﷺ کے وصال کے وقت پورے جزیرۃ العرب میں نہ کوئی بت خانہ قائم رہا تھا' نہ کوئی بت موجود تھا اور نہ ہی بت پرستی اور شرک کا ماحول کسی طرف دکھائی دے رہا تھا۔

(۲) دوسرا بڑا دائرہ معاشرتی اور خاندانی زندگی کا تھا جس کے تغیرات اور تبدیلیوں کی نوعیت کچھ اس طرح تھی کہ زندہ درگور کی جانے والی بچی کو زندگی کا حق مل گیا' عورت کا زندگی کا حق تسلیم کیا گیا اور عورت کو زندگی کے حق سے محروم کردینے کی معاشرتی روایت کا خاتمہ ہوگیا۔ عورت کو وراثت کا حق مل گیا اور اس کی مالی خودمختاری کو تسلیم کرلیا گیا۔ عورت کو رائے کا حق اور اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہوگیا۔ باقاعدہ زندگی بھر کے لیے نکاح کے سوا مرد و عورت کے جنسی تعلق کی وہ تمام صورتیں ممنوع قرار دے دی گئی تھیں جو اس معاشرہ میں جنسی تعلق کی جائز صورتیں سمجھی جاتی تھیں۔ زنا کو نسب کا سبب تسلیم کرنے سے انکار کردیا گیا اور زنا کی سنگین سزا مقرر کی گئی۔ تین سے زیادہ طلاقوں کا حق ختم کردیا گیا اور مسلسل (مرحلہ وار) طلاقیں دیتے ہوئے عورت کو معلق رکھنے کی مکروہ معاشرتی روایات کا خاتمہ کردیا گیا۔ چار سے زائد شادیوں کی ممانعت کردی گئی اور جن لوگوں نے اس سے زیادہ شادیاں کر رکھی تھی' ان کی چار سے زائد بیویوں کو ان سے الگ کردیا گیا۔ لوگ بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھا کر اسے لمبے عرصے تک لٹکائے رکھتے تھے' قرآن کریم نے حکم دیا کہ ایسی قسم اٹھانے والے خاوند اگر چار ماہ کے اندر

رجوع نہیں کریں گے تو نکاح ختم ہو جائے گا۔ لوگ بیوی کو ماں بہن کہہ کر حرام کر لیتے تھے‘ قرآن کریم نے کہا کہ زبان کے ساتھ کہہ دینے سے کوئی عورت ماں یا بہن نہیں بنتی‘ البتہ اس قبیح حرکت کا کفارہ دینا ہوگا۔ منہ بولے بیٹے اور دیگر زبانی رشتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ اس طرح خاندانی نظام میں جو تبدیلیاں قرآن کریم اور جناب نبی اکرم ﷺ نے کیں‘ ان کی فہرست بہت طویل ہے‘ جن میں سے چند ایک کا میں نے تذکرہ کیا ہے جن کی وجہ سے خاندانی نظام کا پورا ڈھانچہ تبدیل ہو چکا تھا۔

(۳) تجارت و معیشت کے دائرہ میں سود‘ سٹہ اور جوئے کو ممنوع قرار دیا گیا۔ بیچی جانے والی چیز اور اس کی قیمت کے واضح تعین کے بغیر تمام مبہم سودے ناجائز قرار پائے‘ معیشت و تجارت کے تمام شعبوں میں حلال و حرام کے واضح اصول اور احکام طے کر دیے گئے اور تجارت کا ایک صاف ستھرا نظام متعارف ہوا۔ رشوت‘ چوری‘ ڈکیتی‘ فریب کاری اور غصب و جبر کے ذریعے حاصل کی جانے والی دولت کو حرام قرار دیا گیا۔ بیت المال کی صورت میں فلاحی ریاست ’’ویلفیئر اسٹیٹ‘‘ کو متعارف کرایا گیا اور ریاست و حکومت کو شہریوں کی ضروریات کا کفیل اور ذمہ دار قرار دیا گیا جس سے خاندانی نظام کی طرح تجارت اور معاشی نظام مکمل طور پر تبدیل ہو گیا۔

(۴) سیاسی حوالہ سے اتنی بڑی تبدیلی ہوئی کہ اس نے نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ پوری دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ اس خطے کے لوگ قبائلی سسٹم کے طور پر زندگی بسر کر رہے تھے اور ریاست و حکومت کے تصور سے ناآشنا تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ’’ریاستِ مدینہ‘‘ قائم کر کے حکومت و ریاست کا سسٹم متعارف کرایا جو ابتدا میں مدینہ منورہ اور اردگرد کے محدود علاقہ میں تھا لیکن اس نے صرف دس سال کے عرصہ میں پورے جزیرۃ العرب کو حصار میں لے لیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے وصال تک یمن‘ بحرین اور نجران بھی اس ریاست و حکومت کا حصہ بن چکے تھے‘ جبکہ اسی ریاست و حکومت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں ’’خلافت‘‘ کا عنوان اختیار کیا اور وہ صرف ایک صدی کے دوران دنیا کے تین براعظموں تک پھیل گئی‘ اس طرح ریاست و حکومت کے تصور سے ناواقف لوگ ’’عالمی حکومت‘‘ کے نظام اور انٹرنیشنل سسٹم سے متعارف ہوئے۔ جناب رسول اکرم ﷺ نے صرف ریاست و حکومت کا تصور دیا اور اسے عملاً قائم کر کے دکھایا بلکہ اس کی نظریاتی بنیادیں بھی متعین کر دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے جانشین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بنیاد قرآن و سنت کو قرار دیتے ہوئے اپنے پہلے خطبہ میں واضح اعلان کر دیا کہ وہ حکومت کا نظام قرآن و سنت

کے دائرہ میں چلانے کے پابند ہیں اور قرآن وسنت سے خدانخواستہ انحراف کی صورت میں ملک کے شہریوں پر ان کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ گویا حکومت اور شہریوں کے درمیان تعلق اور وفاداری کی اساس ہی قرآن و سنت قرار پائی اور اس طرح ایک نظریاتی حکومت وریاست دنیا کے سامنے آئی۔

یہ صرف چند معاشرتی دائروں کی کچھ سماجی تبدیلیوں اور معاشرتی تغیرات کا میں نے ذکر کیا ہے جبکہ اس سماجی انقلاب نے انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور سطحوں کو مکمل انقلاب سے دوچار کر دیا تھا اور تاریخ کے پاس اسے اسلام کا اعجاز اور جناب نبی اکرم ﷺ کا معجزہ تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ قرآن کریم نے صرف ربع صدی کے عرصہ میں انسانی سماج کے ایک بڑے حصے کو ہمہ گیر انقلاب سے عملاً روشناس کرایا جو تھوڑے ہی عرصہ میں عالمی نظام کی صورت اختیار کر گیا اور پھر اس نے ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک نسل انسانی کے ایک بڑے حصے پر حکمرانی کی۔ یہ ہمارے جامعات اور دینی مراکز و مدارس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نبویؐ انقلاب کو تحقیق و ریسرچ کا موضوع بنائیں اور اس کے سینکڑوں تاریخی اور سماجی پہلوؤں کو پوری دنیا کے سامنے اجاگر کریں اور خاص طور پر مسلمانوں کی نئی نسل کو اس سے متعارف کرائیں۔

گفتگو کے آخر میں اس بات پر غور وفکر کی دعوت دینا چاہوں گا کہ آج ہم دنیا بھر کے مسلمانوں کو جائزہ لینا چاہیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ جناب نبی کریم ﷺ نے جب صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر اپنے مشن کا آغاز کیا تھا اور جب آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی جدوجہد کے کامیاب ہو جانے کا اعلان فرمایا تھا۔ ہم ان دونوں میں سے کس مقام پر کھڑے ہیں؟ یہ سوال میرے لیے، آپ کے لیے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ہے اور اگر یہ بات ہماری سمجھ میں آجائے کہ ہم اس وقت حجۃ الوداع کے ماحول میں تو بہر حال نہیں ہیں بلکہ صفا پہاڑی کے اعلان والے ماحول سے زیادہ قریب ہیں تو پھر قرآن کریم کا پیغام آج ہمارے لیے یہی ہے کہ ہم اس سماجی انقلاب کے لیے پھر سے محنت کریں جو ہمیں اس معاشرتی ماحول سے دوبارہ روشناس کرادے جو جناب نبی اکرم ﷺ نے قرآن کریم ہاتھ میں لے کر ربع صدی کی محنت سے قائم کیا تھا۔ یہی قرآن کریم کا پیغام ہے اور یہی جناب رسول اکرم ﷺ کی سنت و اسوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ بات سمجھنے کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

ہماری دیگر تصانیف

قیمت	مصنف	نام کتاب
50روپے	چودھری رحمت علی	کتاب خلافت (پہلا ایڈیشن)
250روپے	چودھری رحمت علی	کتاب خلافت (دوسرا ایڈیشن)
50روپے	چودھری رحمت علی	جواز خلافت (اسلام انسانیت کا دین ہے)
50روپے	چودھری رحمت علی	خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل (کتابی شکل)
15روپے	چودھری رحمت علی	اسلام پر کیا گزری؟
20روپے	چودھری رحمت علی	شہادت علی الناس۔ ہمارا فرضِ منصبی
15روپے	پروفیسر عبدالجبار شاکر	خلافت راشدہ
20روپے	چودھری رحمت علی	عصرِ حاضر کے مسلمان اور اسلام
125روپے	مہندس محمد اکرم خان سوری	قرار دِ مقاصد میں وائرس
50روپے	ڈاکٹر نجم الدین	انسانیت کا دین؟ جمہوریت یا خلافت
250روپے	ڈاکٹر نجم الدین	الہ العالمین اور انسان

نوٹ:۔ پورا سیٹ -/800 روپے میں مہیا کر دیا جائے گا۔ ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ

"سبق پھر پڑھ" کی جلدیں

جلد پنجم	جنوری 2005 تا دسمبر 2006
جلد ششم	جنوری 2007 تا دسمبر 2008
جلد ہفتم	جنوری 2009 تا دسمبر 2010
جلد ہشتم	جنوری 2011 تا دسمبر 2012
جلد نہم	جنوری 2013 تا دسمبر 2014
جلد دہم	جنوری 2015 تا دسمبر 2016

قیمت فی جلد -/250 روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ملنے کا پتہ: دارُالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور۔ فون 8425428 - 0300

ریاستِ مدینہ

حکومتِ وقت کی آج ریاستِ مدینہ کی طرز کی ریاست مسلمانانِ پاکستان بلکہ مسلمانانِ عالم کیلئے ایسی خوش کن صدائے سکون ہے کہ جس کی ٹھنڈک فرشتے بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی خواہش کو وہ روح بھی محسوس کرتے ہونگے جو اللہ کے ہاں چلے گئے اس لیے کہ پاکستان کا وجود ہی اس غرض کیلئے معرضِ وجود میں آیا تھا۔ دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ ایک ایسی اسلامی ریاست کو معرضِ وجود میں لایا جائے گا جو قرآن وسنت کے کام کو بطور نمونہ کا پتہ دے گی۔

شاید یہ حقیقت ہمارے ذہن میں نہیں سماتی کہ ایسی ریاست صرف ایک ہی صورت میں وجود پذیر ہوسکتی ہے کہ انسان ساختہ آئین جو ہمارے ہاں اس وقت ہے کی بجائے قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنایا جائے۔ دورِ نبوت میں بھی مدینہ میں ایسی ریاست کبھی معرضِ وجود میں نہ آتی اگر 73ء کی طرح کا انسان ساختہ آئین بروئے کار لایا جاتا۔ دراصل مدینہ طرز کی ریاست کا نام لینے سے پہلے یہ اعلان ہونا چاہیے تھا کہ ہمارے ہاں مملکتِ عزیز میں قرآن وسنت بلکہ قرآن ہی آئینِ مملکت ہوگا کیونکہ قرآن میں خود سنت شامل ہے۔ اور تو اور محمد علی جناحؒ سے جب آئینِ پاکستان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں آئین چودہ سو سال پہلے کا یعنی قرآنِ مجید ہے۔ سخت غلطی پر ہے وہ جو ہمارے ہاں موجودہ یعنی اللہ ساختہ آئین کی بجائے انسان ساختہ آئین سے مدینہ کی سی ریاست قائم کرنے کی امید رکھے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر تا قیامت ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ سو بات کی ایک بات ہے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر مدینہ کی سی ریاست کو معرضِ وجود میں لانے کی خواہش ایسے ہی ہے جیسے کہ وضو کیے بغیر نماز کا ادا کرنا۔

الداعی الی الخیر:
تحریکِ عظمتِ اسلام دارُالسّلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-8425428, 0321-4114584